اپنے الہام کے ذریعے سے قائم کیا تھا۔اور چاہیے تھا کہ یہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے؛ لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۲۰نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا۔ وہ اشتہار میں لکھتا ہے کہ کوئی پیشگوئی اس شخص یعنی اس عاجز کی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ ﴿ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ...... ﴾ اب یہ اشتہار ۲۱نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر طالب صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں، کذابوں، دجالوں کی مدد نہیں کرتا۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ عہد ہے کہ وہ مؤمنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے، زمین پر چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔ وآخرُ دعوانا اَنِ الحمدُ للهِ ربِّ العالمينَ والسلامُ عَلٰى مَنِ اتبعَ الهُدىٰ.

[المشتہر: خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۳۰نومبر ۱۸۹۸ء] (مجموعہ اشتہارات قادیانی ۳/ ۶۷-۷۳)

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا: "۲۱نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہم راز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے، وہ صرف ایک "دعا" ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جھوٹے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت پہنچے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جھوٹا مارا جائے، یا کسی کوٹھے سے گرے۔ چونکہ محمد حسین، زٹلی اور تبتی نے افتراؤں اور لعنتوں اور گالیوں سے صرف میری ذلت چاہی ہے، اس لیے میں نے خدا تعالیٰ سے یہی چاہا ہے کہ اگر درحقیقت میں ذلت کے لائق، کاذب، دجال اور لعنتی ہوں جیسا کہ محمد حسین نے اس قسم کی گالیوں سے اپنے رسالے بھر دیئے ہیں اور بار بار میرا دل دُکھایا ہے، تو اور بھی ذلیل کیا جاؤں؛ اور شیخ محمد حسین کو خدا کی طرف عزت ملے۔ لیکن اگر میں کاذب، دجال اور لعنتی نہیں تو جناب احدیت میں میری فریاد ہے کہ میرے ذلیل کرنے والے محمد حسین، زٹلی اور تبتی کو خدا کی طرف سے ذلت پہنچے...... مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم اور کاذب ہے، اس کو خدا ذلیل کرے گا۔ اور یہ واقعہ ۱۵جنوری ۱۹۰۰ء تک پورا ہو جائے گا۔"

[روحانی خزائن جلد ۱۴ (راز حقیقت) ص ۱۷۳-۱۷۶ بعنوان حاشیہ متعلقہ ص اول مورخہ اشتہار: ۳۰نومبر ۱۸۹۸ء]

[بشکریہ: ہفت روزہ "اہلحدیث" جلد: ۴۵، ۵-۱۱ستمبر ۲۰۱۴ء]

سوانح علمائے اہل حدیث

مولانا سید عبید اللہؒ بن سید ابوالحسنؒ

1908ء 2014ء

عبدالرحیم روزی

حافظ سید عبید اللہ کیریسی رحمۃ اللہ علیہ' مناظر اسلام فاتح قادیانیت سید ابوالحسن تبتی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

سلسلہ نسب: عبید اللہ بن ابوالحسن بن محمد شاہ بن جمال الدین بن قاسم شاہ بن محمد شاہ بن محمد نورانی (ت ۱۱۸۶ھ) بن میر نجم الدین محمد ثاقب (شاگرد شاہ ولی اللہ دہلوی) بن میر جلال الدین بن میر مختار اخیار (ت ۱۱۳۱ھ) بن ابوسعید سعد بن میر حسین رہنما۔ یہ سلسلہ نسب آگے جا کر شمس الدین عراقی (ت ۹۳۲ھ) سے جا ملتا ہے۔ جن کے آباء واجداد اردبیل (آذربائیجان) میں موطن تھے۔ اور حسینی علوی ہاشمی ہیں۔ ابوسعید سعد سے شمس الدین عراقی کے مابین کافی تحقیق طلب ہے۔

سید ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اور اس خاندان پر کافی تفصیلات **التراث** شمارہ 14 میں گزر چکا ہے۔ اور ڈاکٹر محمد بہاء الدین آف برمنگھم کا مضمون ''تحریک ختم نبوت میں اہلحدیث کا کردار'' اسی شمارے میں گزر چکا ہے۔

سید عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک چچا سید علی کو غواڑی امام جمعہ وجماعت اور معلم کے طور پر لایا گیا تھا، جن کے پوتے و پڑپوتے مختلف مسالک میں بٹے ہوئے ہیں۔

ولادت: آپ ۱۹۰۸ء میں سادات کالونی کیریس میں تیسرے نمبر پر پیدا ہوئے۔ یہ تاریخ آپ کے اس افادہ سے مأخوذ ہے، جب آپ مئی ۲۰۰۵ء میں غواڑی تشریف لائے تو فرمایا: اس وقت میری عمر ۹۷ برس ہے۔

آپ کے بڑے بھائیوں میں سید یحییٰ اور سید بشیر رحمۃ اللہ علیہما تھے، جن کے پوتے، پڑپوتے موجود ہیں۔ ثانی الذکر کے بیٹے مولانا عبدالرشید صاحب پروفیسر ظفر اللہؒ کے ساتھ **جامعة أبي بكر الإسلامية** کراچی کی تاسیس میں شریک تھے۔ دو تین بیٹے پوتے کیریس میں آباد ہیں۔

تعلیم وتعلم کی درسگاہ میں: قاری عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم وتربیت مدرسہ **نصرة الاسلام** کیریس ہی سے حاصل کی۔ جس کے منتظم ومجدد آپ کے عظیم اور عالی مرتبت والد گرامی تھے۔ آپ کے یہاں اساتذہ میں والد رحمۃ اللہ

اور مولانا رضاء الحق رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پھر آپ نے اس وقت کے علماء کے نقش پہ چلتے ہوئے دہلی کا سفر کیا۔ اور مدرسہ محدث العصر میاں نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ میں گھٹنے ٹیک دیئے۔ یہاں کے اساتذہ کرام میں مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور یونس قریشی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد حافظ احمد اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مؤخر الذکر سے **صحیح مسلم** پڑھا۔ مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کی فراغت کے وقت آپ بچے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل ہی فارغ ہوئے؛ مگر سال فراغت کا علم پیرانہ سالی کی نذر ہوا تھا تعلیمی اسناد میں تاریخ درج نہیں ہے۔ استاد عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ مولانا عبیداللہ صاحب ۱۹۴۶ء میں فارغ ہوئے تھے۔ اگر یہ درست ہے تو آپ نے دہلی جانے سے قبل کیریس میں پڑھایا ہوگا۔ آپ اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی پڑھاتے تھے۔ مگر جلالی مزاج کی وجہ سے قریبی حلقہ احباب کے مطابق مثالی قربت فروغ نہ پاسکی۔

دہلی میں آپ کے علمی ساتھی معروف مؤلف و محدث عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ مؤلف **مرعاۃ المفاتیح** ہیں۔ یہ بات راقم کو شیخ صالح عبداللہ عصیلی نے جنوری ۲۰۱۴ء کو موبائل پر بتائی۔ شیخ صاحب مدرسہ میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کے تلامذہ اور قدیم علماء پر مقالہ لکھ رہے تھے۔ مگر بندہ کو خود کیریسی صاحبؒ نے بتایا تھا کہ عبیداللہ دہلویؒ میرا استاد ہے۔ مگر مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ سید عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں۔ (۱۳۲۷ھ بمطابق ۱۹۰۹ء) عمر کی قربت معاصرت کو ترجیح دیتی ہے۔ واللہ اعلم

رشتہ ازدواج: سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 45-1955ء کے دوران میر واعظ کھرکوہ کی صاحبزادی سے شادی کی۔ انہیں کھرکوہ سے براستہ غواڑی' کیریس پہنچانے میں مولانا عبدالباقی خان رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا کردار تھا۔ آپ لوگوں نے گھوڑے پر غواڑی لایا، یہاں کی خواتین نے موصوفہ کی چند روز مہمان نوازی کی، بلکہ نیم چھپا کے رکھا؛ کیونکہ کھرکوہ میں اس رشتہ پر اختلاف' معاملے کو حساس بنا چکا تھا۔ یہ باتیں راقم کی والدہ مرحومہ نے بتائیں، جو یہاں غواڑی میں ان بیگم صاحبہ کو تحفظ دینے والیوں میں شامل تھیں۔ اس خاتون سے قاری ابوالحسن اور ام سید عطاء الرحمٰن شاکر رحمۃ اللہ علیہما پیدا ہوئے۔ یہ بیگم رحمۃ اللہ علیہا جلد فوت ہوگئی۔ **أسکنها الله فسیح جناته۔**

دوسری شادی کیریس سے سیدہ کے ساتھ ہوئی۔ ان سے مولانا حافظ عبداللہ اور مولانا حافظ وخطیب ابوبکر حماد تولد ہوئے۔ چند سال جدائی کے گزار کر تقریباً ۱۰-۲۰۰۵ء کے درمیان رحلت کر گئیں۔ **تغمدها الله برحمته ورضوانه.**

مولانا سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق وعادات:

آپؒ کے اوصاف وعادات میں درج ذیل امور گنے جاسکتے ہیں:

- سخاوت وفیاضی کے وصف سے مالا مال تھے۔ تنگدستی وافلاس کے دور میں بھی راولپنڈی شہر میں ان کا ڈیرہ بلتستان بھر کے اہل حدیث مسافروں کا واحد ملجأ وماویٰ تھا۔ علماء، طلباء اور اپنے حلقہ ارادت کو نمکین چائے اور اس کے جزو لاینفک 'ستو' نوش کرنے کے لیے ضرور بلاتے۔ 'نان' بھی زینت دسترخوان ہوتی۔ آپ اولاً سادات کیریس' پھر بلتستان سے نسبت رکھنے کی وجہ سے یہاں کی ثقافتی نمکین چائے بلاناغہ بناتے اور شاندار بناتے۔ اسی قسم کی ایک ضیافت کے بارے میں شاعر بلتستان خلیل الرحمٰن بلغاری رحمة الله علیه نے یہ ظریفانہ کلام جوڑا تھا:

قُرقُر او قرار دہِ ہر قارب است   شامہ او شاد دہِ ہر شارب است
من و سلویٰ تنہا اگر باشد ملال   فوم و بصل با عدس دارد وصال

مہمانوں کی خدمت سید صاحب خود کرتے، سموار سے چائے پیالوں میں ڈالنے کا روایتی انداز آپ کے ساتھ مخصوص تھا۔

- جلالی طبیعت: یہ بھی اپنے موقع محل پر خوب جچتی ہے، اور مطلوب ہے۔ ﴿أشدآء علی الکفار﴾ بھی ایک مرد مؤمن میں مطلوب وصف ہے، تو اپنوں پر ﴿رحمآء بینھم﴾ بھی ضروری ہے۔ ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ "کان خلقه القرآن" بھی۔ سید صاحب رحمة الله علیه بھی انسان ہی تو تھے۔ والد معظم کی طرح جلالی صفت کا جمالی صفت پر غلبہ نمایاں تھا۔ اگرچہ موقع بموقع خوب ہنس مکھ بھی تھے۔

- بھابڑا بازار میں آپ کا حلقہ ارادت' بالخصوص خواتین بچوں کو دم جھاڑ کے لیے لاتیں۔ بہت سے نمازی آپ کے شیدائی تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ آپ کے برابر کوئی دوسرا عابد وزاہد اور سنت نبوی کے مطابق نماز پڑھنے والا نہیں۔

- مسلک اہلحدیث سے خوب شیفتگی تھی۔ پنڈی میں کوئی شخص چائے وغیرہ خریدنے کا مشورہ لیتا تو آپ آگے ہو کر ایک دوکان میں لے جاتے اور اسی سے خریدواتے؛ حالانکہ اس کا دام مہنگا ہوتا تھا۔ مگر وہ اہلحدیث ضرور ہوتا تھا۔

حج بیت اللہ کی سعادت: آپ نے 1955ء میں فریضہ حج ادا کیا، پھر بعض معتقدین کے تعاون سے بارہا حج وعمرہ کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ 1979ء میں مزدلفہ سے آکر سیدھا مکہ مکرمہ جانے پر بطور فدیہ قربانی کی۔

دینی وجماعتی خدمات: مولانا نے حسب المقدور دین اسلام کی خدمت کر کے دینی وجماعتی فریضہ ادا کرنے کی جو کوششیں حیطہ علم میں آچکی ہیں، ان میں سے اہم دینی وملی خدمات درج ذیل ہیں:

{1} مدرسہ نصرۃ الاسلام کیرلیس میں درسی کتب پڑھائیں۔ اس پر مختصر وظیفہ بھی ملتا تھا۔ حاجی خلیل الرحمٰنؒ نے صدر مرکزی جمعیت مغربی پاکستان کے نام 4 اکتوبر 1955ء کے خط میں لکھا ہے: قبل از انقلاب آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے ذیل مدارس و مبلغین کو ماہوار وظیفہ ملتا تھا۔ ان میں مولانا سید عبید اللہ ابوالحسن کا نام بھی لکھا ہے کہ انہیں مبلغ دس روپے وظیفہ تھا اور کیرلیس میں پڑھاتا تھا۔ مولانا کریم بخش وعبدالقادر وغیرہ کے علاوہ محمد علی مدرسہ گلاب پور شگر، سید عبید اللہ مدرسہ وزیر پور شگر کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ ان کو بھی اتنا ہی ملتا تھا۔ مؤخر الذکر سید عبید اللہ کا علم نہ ہوسکا۔

{2} انجمن اسلامیہ بلتستان کے لیے بھی کام کیا۔ آپ کے ہم سفر ساتھیوں میں حاجی خلیل الرحمٰن بلغاری، مولانا عبدالقادر یوگوی، مولانا عبدالباقی خان وغیرہ اساطین جماعت ہیں۔ انجمن ہذا اور دارالعلوم بلتستان کے خطوط وگوشواروں میں آپ کو بحیثیت خادم دین بلتستان میں درس توحید کے دور سادس کے مبلغین علماء میں شمار کیا گیا ہے۔

{3} سید عبداللہ عمر کا بیان ہے کہ بلتستان سے آ کر مرکزی جامع مسجد میں ایک دو سال امامت اور تدریس کی۔

{4} مسجد رحمانیہ کراچی میں چار سال پڑھایا۔ آپؒ کے شاگردوں میں حافظ صلاح الدین یوسف بہت عزیز تھے۔ 1955ء میں حج پر جاتے ہوئے انہیں اپنے بڑے بھائی کے حوالے کرگئے جن کے ہاتھ ان کا حفظ مکمل ہوا۔

{5} 1955ء میں حج کے بعد راولپنڈی چوک امام باڑہ میں مدرسہ تعلیم القرآن قائم کر کے کئی سالوں تک تدریس کرتے رہے۔

{6} جماعت اسلامی کے ساتھ کچھ عرصہ وابستگی رہی اور ان کی تحریک کے دوران جیل بھی گئے۔

{7} 1963ء مدرسہ کریم پورہ میں مدرسہ قائم کر کے پڑھاتے رہے۔ یہاں آپؒ کا گھر بلتستان کے تمام ہم مسلک مسافروں کے لیے جائے پناہ تھا۔ یہاں سے حصول علم دین کے لیے آنے والے طلباء کی رہنمائی کر کے مناسب مدارس میں بھیجا کرتے تھے۔

{8} 1969ء میں آپؒ اور جماعت اہل حدیث بلتستان کی بھرپور کوششوں سے بھابڑا بازار میں واقع مسافر خانہ 24,000 میں خرید کر یہاں ''مدرسہ تعلیم القرآن'' بھی قائم کیا گیا۔ آپؒ مسافر خانے کی دیکھ بھال کرتے اور مسافروں کو اہتمام کے ساتھ نماز کی پابندی کراتے تھے۔ سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا کہ کوئی سگریٹ، نسوار استعمال کرے۔

{9} 1986ء پنڈی لیاقت باغ میں اہلحدیث یوتھ فورس کی یک روزہ کانفرنس ہوئی۔ آپؒ نے مولوی محمود اسماعیل اور بندہ کو ساتھ لے کر علامہ محمد مدنی مرحوم سے ملاقات کی اور جلسہ کے انتظامات پر تبادلہ خیالات کیا۔ اگلے روز

مسافر خانہ میں مقیم مسافرین کو لے کر جلسہ گاہ پہنچے۔ یہاں پر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ، مولانا عبدالقادر روپڑیؒ، مولانا محمد حسین شیخوپوریؒ و دیگر اساطین جماعت نے خطاب کیا۔

{10} 1990ء میں آپؒ کے شاگردوں کے تعاون سے بھابڑا بازار میں صابن کا کارخانہ خرید کر چھپر میں مسجد قائم کی گئی۔ مخالفین نے اس سلسلے میں آپؒ کو شدید کوفت پہنچائی۔

ایک دفعہ مسجد کے پڑوس میں شادی تھی، مغرب کی اذان کے وقت ڈھول باجے زور شور سے بج رہے تھے۔ آپؒ نے چھت پر چڑھ کر خوب شور مچایا اور وعظ کیا؛ لیکن صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ آخر چھت سے اینٹ اٹھا کر ماری، جس نے بانسری والے کا سر پھوڑ دیا۔ اس پر سب بھاگ گئے اور کوئی آپؒ کا بال بیکا نہ کرسکا۔

تعمیر مسجد کے لیے بلدیہ نے منظوری نہ دی۔ اتنے میں کویتی سفیر کے والد کو دم کرانے آپؒ کو بلایا گیا۔ 40 روزہ دم سے وہ صحت یاب ہوگیا۔ پھر اس کے تعاون سے 7,50,000 روپے حاصل ہوئے۔ مقامی انتظامیہ نے خوب روڑے اٹکائے۔ پڑوسیوں نے بھی تعصب میں ہر طرح ستایا۔ اسی لیے اس کا نام ''**مسجد فضل اللہ**'' رکھا۔ اسی کی اینٹیں ڈھوتے ڈھوتے کمر خمیدہ ہوگئی۔ آخر اس کے اوپر مکان تیار کر کے ادھر منتقل ہوئے۔

{11} **اصلاحِ نماز:** سنتوں کے احیاء میں حضرت ابوذر غفاریؓ واقع ہوئے تھے۔ داڑھی منڈھے نمازیوں کو درمیانِ صف سے سائیڈ پر، صف اول سے پیچھے دھکیلتے اور داڑھی والوں کو آگے لاتے۔ کئی بار اس پر جھگڑے بھی ہوئے؛ مگر سوال پیدا نہیں ہوتا کہ آپ اپنے موقف سے ذرا تنازل اختیار کریں۔ یہ موقف سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شیفتگی ومحبت کا قرینہ ہے۔ ''إنّ المحبَّ لِمن یُحبُّ مطیعٌ'' امر بالمعروف، نہی عن المنکر کو اس طریقے پر نافذ کرنے میں آپ کا ثانی نظر نہیں آتا۔ اس کے نتیجے میں متعدد نمازیوں نے داڑھی رکھ لی۔

نماز پڑھاتے ہوئے آیاتِ رحمت اور عذاب پر خوب روتے اور ہچکیاں بندھ جاتیں۔ آیتوں کا سیاق وسباق جاننے والوں پر رقت طاری ہوتی۔ سنت نبوی کے مطابق بعض آیاتِ رحمت پر ٹھہر کر دعا اور آیاتِ عذاب پر پناہ مانگتے۔ یہ وہ قابل اتباع پہلو ہے، جو عام ائمہ مساجد میں نظر نہیں آتی۔ آپ نے ایک بندہ کو یہ کہہ کر امامت کے لیے بھیجنے سے صاف انکار کردیا کہ غواڑی کے لوگ نماز پڑھنا نہیں جانتے۔

{12} **اصلاحِ صفوف کا اہتمام:** محراب سے اشارہ کرتے کہ آگے بڑھو، فلاں پیچھے ہٹو۔ ٹخنے ملواتے، عام طور پر شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے اور پیر ملانے میں کوتاہی برتنے والے آپ سے ڈر کر خود ہی اصلاح کر لیتے۔

بعض اوقات دورانِ نماز بھی اصلاحِ صف کی فکر میں پڑ کر کوفت کا سبب بھی بنتے تھے۔نماز سے فارغ ہونے پر آپ کی پھٹکار سو فیصد متوقع ہوتی۔ایک دفعہ سلام پھرتے ہی فرمایا:''تم میں سے کچھ لوگ نماز میں پیر رکھنا بھی نہیں جانتے۔'' بندہ کا دل دھک دھک کرتے رہ گیا اور لوگ ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔بندہ نے دل ہی دل میں اس خیر خواہی پر شکریہ ادا کیا۔پھر اس اہتمام کو اب تک بھولا نہیں۔☆

{13} **نماز جمعہ** آپ کی مسجد میں بالکل اول وقت میں پڑھائی جاتی۔دوسری مساجد میں خطبہ شروع ہونے سے قبل آپ کی مسجد میں نماز ختم ہو چکی ہوتی۔آپؒ نبی ﷺ سے ثابت حدیث مبارکہ پر عمل کرتے۔صحابہ کرام ؓ سے ثابت ہے کہ ہم جمعہ پڑھ کر لوٹتے تو باغوں کی دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔بعض لوگ اپنی اصلاح کرنے کے بجائے آپ پر خوب غائبانہ تنقید کرتے تھے۔بقول علامہ مرحوم۔''خود بدلتے نہیں،قرآن کو بدل دیتے ہیں''

{14} **نماز باجماعت** کا اتنا پابند کہ جامع مسجد فضل اللہ بننے تک بلا ناغہ مرکزی مسجد اہلحدیث ذبیح اللہ والی میں تشریف لے جاتے۔اور نماز اتنے خشوع وخضوع اور لمبی پڑھتے، جسے اچھے خاصے نوجوان لوگ بھی بھاری محسوس کرتے۔کئی بار بلتی مسافروں کی فلائٹ آپؒ کی اقتداء میں نماز فجر پڑھنے کی نذر ہوگئی۔

آپ کا حلیہ: بوڑھے ہو کر آخری سالوں میں خمیدگی کمر سے کمان بن چکے تھے،مگر حواسِ سمع و بصر آخر دم تک بالکل ٹھیک رہا۔سر اور داڑھی کے بال مکمل سفید تھے،جس پر خضاب خوب بھلا لگتا تھا۔ابرو لمبے، ناک ایک تناسب کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔چہرہ گندم گون، پیشانی چوڑی اور جھری دار تھی۔داڑھی کثیف اور مونچھ مکمل صاف کیا ہوا تھا۔

☆ مردوں کی صف میں خالی جگہ رکھ کر بچوں کو پیچھے کھڑا کرتے تھے۔التراث شمارہ 2 میں اس کے خلاف مضمون لکھ کر تھما دیا تو کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ ظہر کی اذان قبل از وقت دینے پر فقہ حنفی میں بیان کردہ اوقاتِ نماز معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا تو اسے قبول فرمایا۔آپؒ نے ایک شخص کو رفع الیدین میں غلطی کرتے دیکھ کر پوچھا تو کہا:غواڑی سے آیا ہوں۔اس پر بندہ کو خوب ڈانٹ پلائی:''یہ تم لوگوں کی دعوت الی اللہ میں کوتاہی کا ثبوت ہے۔'' جزاہ اللہ خیراً

غرض ''انفرادی اصلاح'' آپؒ کی دعوت کا نمایاں پہلو تھا،اور ہم جیسے طلباء کو تنبیہ کرنے میں بڑا کارآمد طریقہ تھا۔ اس کے علاوہ بندہ نے آپ کو خطبہ یا اجتماعی درس دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (ابو محمد)